

حضرت علامہ مناظر احسن گیلانی مرحوم

سائنسی ایجادات

عملی و فکری قوتوں کا نتیجہ

یا

قدرت کی کرشمہ پردازئی

کا سرچشمہ کون ہے

سورۃ کہف میں باغ اور کاشت رکھنے والے آدمی کو یعنی لبطی پیمانے پر جسے رزق دی گئی تھی۔ اسی کے متعلق کہنے والوں کی زبان سے یہ فقرہ جو کہلوا یا گیا ہے۔

لولا اذ دخلت جنتک قلت
ما شاء الله لا قوۃ الا بالله

اور کیوں نہ ہوا ایسا کہ جب تو اپنے باغ میں
داخل ہوا تو کہا ہوتا کہ جو کچھ ہے سب اللہ کا

چاہا ہے۔ نہیں ہے قوت لیکن اللہ ہی ہے۔

جس کا حاصل یہی ہے کہ نعمتوں کو پالنے کے بعد آدمی کو چاہئے کہ واقعہ کے مطابق ان کے متعلق جو صحیح دانش اور علم ہو، اس کو اپنے سامنے سے اوجھل ہونے نہ دے، مثلاً باغ والے کے سامنے اس کا باغ تھا، حکم دیا گیا کہ اس باغ میں جب جایا کرو تو دو باتیں سوچا کرو، ایک تو یہ کہ جو کچھ ہے سب اللہ کا چاہا ہوا ہے، اور دوسری بات یہ کہ قوت اور طاقت جو کچھ بھی جس کسی میں ہے اس کا سرچشمہ حق تعالیٰ کی ذات مبارک ہے، ظاہر ہے کہ پہلی بات کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ جن شکلوں میں نعمتوں کا ظہور ہوا ہو ان کو دیکھ کر چاہئے کہ اس واقعہ کے احساس کو ہم اپنے اندر پیدا کرتے رہیں کہ ان کی آفرینش اور پیدائش سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سب کچھ قدرت کی کار فرمائوں کا نتیجہ و اثر ہے۔ باغ ہی کو دیکھئے، باغ کی زمین، باغ کے درخت، درختوں کی شاخیں، پتے، پھول پھل، اسی طرح وہ سارے اسباب جنہیں باغ کی نشو و نما بار آوری میں دخل ہے، ان میں کوئی چیز بھی ایسی ہے جسے آدمی پیدا کرتا ہے، باغ تو خیر باغ ہی ہے۔

انسانی مصنوعات اور قدرت کی کار فرمائی | ایسی چیزیں جنہیں ہم انسانی مصنوعات خیال کرتے

ہیں، بلکہ جن مصنوعات کے متعلق عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ فلاں کی ایجاد ہے، مثلاً ریل گاڑی اور اس کے انجن ہی کو بیجے، سوچئے، انجن کے اجزاء دیا، تانبہ، پتیل، انجن کے فلزاتی دھیری عناصر اور اس کے سوا جو چیزیں اس کے بنانے میں استعمال ہوتی ہیں، کیا ان میں سے کسی ایک چیز کے پیدا کرنے والے ہم ہیں۔ اسی طرح انجن جن چیزوں سے چلتا ہے، بتائیے کہ آگ ہو یا پانی، کیا آدمی ان کا پیدا کرنے والا ہے، پانی کو آگ پر چڑھانے سے اسٹیم پیدا ہوتی ہے، کیا پانی اور آگ میں یہ خاصیت آدمی کی رکھی ہوئی ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ بھی قدرت ہی کا بنایا ہوا قانون ہے، اسٹیم میں حرکت پیدا کرنے کی قوت ہے، کیا اس قوت کو آدمی نے پیدا کیا ہے؟ سوچتے چلتے جائیے، اگر آپ حقیقت پر نظر جاتے ہوئے سوچیں گے تو بالآخر ہر سوال کے جواب میں آپ کو وہی ”ماشاء اللہ“ کہنا پڑے گا، یعنی سب اللہ کا چاہا ہوا ہے، اور اسی کی قدرت کی یہ کوشش پر دازیاں ہیں، یہ تو پہلے فقرے ”ماشاء اللہ“ کا مطلب ہوا، دہی دوسری بات یعنی ”لا قوۃ الا باللہ“ یہ اس دوسرے کے ازالہ کی طرف اشارہ ہے جو عموماً ایسے موقع پر دلوں میں پیدا ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے، خیال یہ گذرتا ہے کہ میں تو یہ سب کچھ قدرتی پیداوار اور قدرتی قوانین ہی کے نتائج، لیکن انسان جب تک ان قوانین کا علم نہ حاصل کرے اور علم حاصل کرنے کے بعد اپنی محنت و توجہ کو ان پر صرف نہ کرے، عقل کی ترکیبوں اور ذہن کی تجویزوں کو ان میں نہ لگائے، انجن کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اور انجن ہی کیا، باغ میں جب تاک باغبانی کے قواعد و قوانین کی پابندی نہ کی جائے گی، اس وقت تک جیسا کہ چاہئے اس کے پھلنے پھولنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اور اتنا حصہ ان چیزوں میں یقیناً آدمی کا ہے، اسی وجہ سے ان چیزوں کو انسانی مصنوعات و ایجادات میں لوگ شمار کرتے ہیں، ورنہ اتنا حق کون ہو گا جو سمجھتا ہو کہ انجن کے لوہے یا اس میں جو آگ جلتی ہے، جو پانی خرچ ہوتا ہے، ان چیزوں کا ایجاد کرنے والا اور پیدا کرنے والا آدمی ہے۔

علمی قوتوں کا خالق اللہ ہے | دراصل اسی کے متعلق اس دوسرے فقرے میں چالا گیا ہے کہ ٹھیک ٹھیک حقیقت اور واقعہ کے بالکل مطابق اپنے علم کو کر لیا جائے، یعنی یہ سوچنا چاہئے کہ بلاشبہ ان امور کے ظہور میں انسانی ترکیبوں اور تدبیروں کو دخل ہے۔ لیکن ہمیں اپنے آپ سے یہ پوچھنا چاہئے کہ ان ترکیبوں اور تدبیروں کا تعلق انسان کی جن علمی و عقلی قوتوں سے ہے، خود ان قوتوں کا پیدا کرنے والا کون ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم جب خود اپنے پیدا کرنے والے نہیں ہیں تو ان قوتوں کے پیدا کرنے والے ہم کیسے ہو سکتے ہیں جو ہمارے اندر پائی جاتی ہیں، بلکہ

جو ہمیں پیدا کرنے والا ہے، ظاہر ہے کہ اسی کے ارادہ و مشیت سے ہماری ان قوتوں کا بھی تعلق ہے۔ ”لاقوة الابا شد“ دراصل اسی واقعہ کی یافت کا نام ہے۔

اس کی شہادت | یوں بھی اگر سوچا جائے کہ جن ایجادات و انکشافات کو ہم اپنی اپنی دماغی قابلیتوں، فکر و غور کی محنتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا واقعی وہ ہمارے فکری نتائج ہوتے ہیں میں آپ کے سامنے دو چیزیں پیش کرتا ہوں، ایک واقعہ تو یہ ہے کہ جدید مصنوعات و ایجادات یا انکشافات جن لوگوں کی طرف منسوب ہیں، زیادہ تر میرا خیال ہے کہ اگر صد فی صد نہیں تو ۹۰ فیصد یہ وہی لوگ ہیں جنہیں باضابطہ تعلیم کا یا تو سرے سے موقع ہی نہیں ملا، یا کچھ تھوڑی بہت ابتدائی تعلیم کسی نے حاصل بھی کی ہے یا تو عام طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقات کے مقابلہ میں ان کی تعلیم صفر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس بیسویں صدی کے موجد اعظم ایڈسین ہی کو لیجئے، اس بہرے موجد کی سوانح عمری سے کون واقف نہیں، سوال یہی ہے کہ اگر آدمی کی فکری و عقلی قوتوں کے نتائج یہ ایجادات ہیں تو چاہئے کہ عقلی قوتوں کی تربیت کا جن لوگوں کو اعلیٰ تعلیم گاہوں میں موقعہ ملایا جاتا رہتا ہے، ان کا دماغ ایجاد کرنے میں سبقت کرتا، لیکن جب واقعہ یہ نہیں ہے تو غور کرنے کی بات ہے کہ ان انکشافات و ایجادات کو ہم کس چیز کا نتیجہ قرار دیں۔ دوسری بات اسی کے ساتھ جسے میں پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے، شاید دوسرے بھی جانتے ہوں کہ ان ایجادات و انکشافات کے متعلق ایک عجیب انکشاف یہ بھی ہے کہ عموماً کسی ایک ایجاد کا خیال کسی ملک، میں کسی شخص کے دماغ میں جب آیا تو ٹھیک ان ہی دنوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ بالکل دور دراز ممالک کے رہنے والوں میں سے بھی کسی کے دماغ میں بھی ٹھیک ان ہی دنوں میں اس ایجاد کا خیال آیا۔ مصر کے مشہور عیسائی مجلہ الهلال کی اشاعت ۱۹۲۲ء نومبر میں ایک مقالہ میں اسی توار کے متعلق شائع ہوا ہے۔ استقراء و تتبع سے مقالہ نگار نے عہد حاضر کی ۱۴۳ ایجادوں کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ایک ہی زمانے میں دو مختلف ملکوں کے باشندوں کو ان کا توار ہوتا رہا ہے۔ مثلاً امریکہ میں ایک بات کسی کی سمجھ میں آئی، ٹھیک اسی ہفتہ میں دیکھا گیا کہ انگلستان کا ایک آدمی بھی اپنے دماغ میں اسی کا خیال پارہا ہے۔ آخر بتایا جائے کہ اس توار کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔

تازہ ترین خبریں اور سائنسہ مواد کیلئے

سالانہ چندہ ۴۵ روپے۔ سہ ماہی ۲۳ روپے

سہ ماہی ۱۲ روپے

روزنامہ
وفساق
پڑھئے

جنرل منیجر روزنامہ وفساق، ۱۱ میکروڈ روڈ۔ پوسٹ بکس ۶۱۵ لاہور